مثنوی جہاں شاہ و جہاں بانو۔

مرتّب: ڈاکٹر یوسف تقی۔

ناشر: مرتّب خود (معرفت، عثمانیہ بک ڈپو، رابندر سرانی، کلکتہ)

ضخامت: ۲۲۲ صفحات سنہ اشاعت: ۱۹۹۸ء

مبصّر: عتیق احمد جیلانی

فاضل مرتّب جامعۂ کلکتہ میں صدر شعبۂ اردو ہیں۔ شعر و انتقاد سے تعلّق کے ساتھ ساتھ ان کی دل چسپیوں کا ایک پہلو تحقیق بھی ہے جس کا تازہ اظہار زیر نظر مثنوی کی صورت میں ہوا ہے۔ راجا راج کشن متخلّص بہ راجا کی مذکورہ مثنوی کا واحد خطّی نسخہ ڈھاکہ یونی ورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ ڈاکٹر یوسف تقی نے ۶۰ صفحات کے مبسوط مقدّمے میں اس مثنوی، اس کے شاعر اور بنگال کے ادبی ماحول پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ بنگال میں اردو کے فروغ کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "دوسرے علاقوں کی طرح بنگال میں بھی یہ زبان صوفیوں اور سنتوں کے وسیلے سے پہنچی۔ پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں صوفیائے کرام نے بنگال کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ خاص طور پر حسین شاہ کے زمانے میں۔ حسین شاہ علم و ادب کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ اور اس نے اپنے دورِ حکومت میں بنگلہ زبان جو یہاں کی مقامی زبان تھی) کے ساتھ ساتھ اردو زبان کی بھی سرپرستی کی۔ اس کے دورِ حکومت میں حضرت [illegible] اشرف (وفات ۹۰۷ھ)، شیخ نور الحق پنڈوی (وفات ۸۱۳ھ) اور [illegible] کے کٹوا سب ڈویژن منگل کوٹ کے شیخ حمید الدّین دانش مند (وفات ۱۰۵۰ھ) وغیرہ بنگال میں رشد و ہدایت میں مشغول تھے ... بنگال میں اردو زبان کا استعمال ادبی سطح پر بہت بعد میں شروع ہوا۔ تقریباً سو سال بعد یا یوں کہیے کہ جب سے مرشد قلی خاں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا (۱۷۱۳ء) اور مرشد آباد کے نام سے اپنی حکومت کا دارالسلطنت قائم کیا"۔
>
> (ص ۲۳-۲۴)

اس مختصر جائزے کے بعد مرتّب نے بنگال سے متعلّق چند اہم اردو شعراء رام نرائن

موزوں، لالہ ہردے رام جودت، محمّد فقیہ دردمند، شاہ قدرت اللہ قدرت، انشاء اللہ خاں انشا، میر باقر مُخلص، قاضی محمّد صادق اختر اور خاص طور پر مرزا جان طپش کا ذکر کیا ہے۔ مرزا جان طپش زیرِ نظر مثنوی کے خالق راجا راج کشن راجا کے متوسّلین میں سے تھے۔

نو سال قید کاٹنے کے بعد طپش ۱۲۲۱ھ۔ ۱۸۰۶ء میں رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد وہ راجا لب (نب) کشور کے متوسّلین میں شامل ہوئے یا ان کے بیٹے راجا راج کشن کی سرکار سے وابستہ ہوئے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر یوسف تقی کا بیان غیر واضح ہے: "رہائی کے بعد ۷۔۱۸۰۶ء میں وہ کلکتہ کے راجہ لب کشور اور مہاراجہ راج کشن کے متوسّلین میں شامل ہوگئے"۔ (ص ۲۹)۔ جب کہ اسی کتاب کے ص ۳۲ پر راجا لب (نب) کشور کی تاریخ وفات ۲۲ نومبر ۱۷۹۰ء درج کی گئی ہے۔ پیش لفظ میں ڈاکٹر مختار الدّین احمد نے ڈاکٹر نجم الاسلام کے مجموعۂ مقالات "مطالعات" سے، طپش سے متعلّق اقتباس درج کیے ہیں، مگر ان سے بھی صورت حال واضح نہیں ہوتی۔ اصل کتاب "مطالعات" سے رجوع کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ: وقائع عبدالقادر خانی کی اطلاع تصحیح طلب ہے۔ اس لیے کہ راجہ نب کشن، طپش کے کلکتہ پہنچنے سے پہلے سنہ ۱۷۹۰ء میں فوت ہوچکا تھا"۔ [مطالعات: پس نوشت (اگست ۱۹۸۸ء)، ص ۳۰۱]

راجا راج کشن راجا (وفات ۱۹ اگست ۱۸۲۳ء) نے مثنوی "جہاں شاہ و جہاں بانو" ۱۸۰۸ء میں بہ عمر ۲۷ سال تصنیف کی۔ تقریباً ڈھائی ہزار اشعار پر مشتمل یہ مثنوی سحر البیان اور گلزارِ نسیم کی درمیانی کڑی ہے۔ خاص بات یہ کہ دِلّی و لکھنؤ کے ادبی مراکز سے دور کلکتے میں تخلیق ہوئی۔ مُرتّب نے اسی حوالے سے اس مثنوی کی اہمیّت کا تعین کیا ہے۔ مقدّمے کا غالب حصّہ کہانی کے ہمہ پہلو تنقیدی تجزیے پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر یہ تجزیہ ڈاکٹر یوسف تقی کی تنقیدی بصیرت کا آئینہ دار ہے مگر ایک جگہ زیرِ نظر مثنوی اور سحر البیان میں تقابل کسی قدر جانب داری کا غمّاز ہے۔ صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں: "بے نظیر کے غم میں مظاہر قدرت کا مبالغے کی حد تک شریک ہونا کچھ عجیب سا لگتا ہے"۔ جب کہ صفحہ ۱۰۲-۱۰۱ پر یہ رائے ملتی ہے: "عجم شاہ کے آنے کی خبر پہنچتی ہے تو شہ زادی جہاں بانو اور اس کی خواصوں کے ساتھ ساتھ مظاہر قدرت پر بھی خوف طاری ہوجاتا ہے ... اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے دل و دماغ جن حالات (خیالات) میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں وہی کیفیت انسان مظاہرِ قدرت میں پاتا ہے"۔

اسی طرح صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں: "مثلاً دِجھی اور رمیر حسن کا تعلّق شاہی دربار سے رہا ہے"۔ ان چند مقامات کو چھوڑ کر مقدّمے میں درج آراء اور خیالات مرتّب کی احتیاط پسندی اور تنقیدی